شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن اقبال کراچی

حضرت کے وہ ملفوظات وارشادات جو آپ نے مسجد الحرام کے جوار
میں ذوالحجہ ۱۴۱۸؁ء کی مختلف مجالس میں بیان فرمائے

شیخ المشایخ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

ضروری تفصیل

وعظ : تحفۃ الحرم

واعظ : شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مقام : جوارِ مسجد الحرام

مرتب : حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے شایع ہونے والی شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں اور مواعظ کی پروف ریڈنگ اور طباعت معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین فن دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب زید مجدہ

نائب ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدر آباد

ماہنامہ اشرف العلوم بابت ماہ صفر ۱۴۱۸ھ کے اداریہ میں آپ نے مخدومی و مرشدی محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب مدّ ظلہ العالی وحفظہ الباری کے جو گراں قدر ملفوظات و فرمودات (جو کہ حرم محترم میں ملفوظ ہوئے) کو ''تحفۃ الحرم'' کے نام سے شایع کیا ہے۔ ناکارہ نے ان ملفوظات و فرمودات کو پڑھا ہے۔ ہر ملفوظ مستقل ایک موضوع اور مستقل ایک باب ہے، ان ملفوظات کے پڑھنے سے حضرت محی السنۃ مدّ ظلہ کے اصلاحی انداز، آپ کے مبارک و پُر کشش لب ولہجے اور آپ کے سوزِ دروں کا اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے۔ دل متاثر ہوتا ہے۔ اور فکر و عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ''تحفۃ الحرم'' پر اخلاص اور استقلال کے ساتھ عمل کر لیا جائے تو زندگیوں میں صالح تبدیلی بہت جلد رونما ہو سکتی ہے۔ امت میں نئی روح اور نئی جان پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے ان ملفوظات کی علیحدہ اشاعت امّت کے لیے مزید منفعت کا سبب ہے۔

والسلام

پیش گفتار

بفضلہٖ تعالیٰ اس سال راقم الحروف کو حجِ بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمادیں، آمین۔ اس مبارک سفر کے تاثرات، مشاہدات اور قلبی واردات و کیفیات کا بیان کرنا مجھ جیسے شخص کے لیے سخت مشکل کام ہے۔ احباب کے مسلسل اصرار و تقاضے کے باوجود اس سلسلے میں نہ زبان کو یارائے سخن ہے نہ ہی قلم کو جرأتِ تحریر۔ اس لیے کچھ لکھ سکا نہ بیان کر سکا۔

حرمِ محترم میں سیدی و مرشدی محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب

مدّ ظلہ العالی کی مجالسِ مبارکہ میں حاضری کی سعادت بھی چند یوم نصیب ہوئی۔ اللہ کے گھر کے پڑوس میں اللہ والے کی صحبت و نصائح کس قدر مؤثر ہوئیں بیان سے باہر ہے۔

پہلی مجلس میں حضرت مدّ ظلہ نے ارشاد فرمایا تھا:

''لوگ حرم شریف سے بہت سے تحفے لے جاتے ہیں۔ کھجور، زمزم، مصلے نہ معلوم کیا کیا، لیکن یہاں کا حقیقی تحفہ دین اور دینی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق و قرب کا حصول ہے۔ کس قدر دین سیکھا، کتنا یقین بنایا اصل میں یہ چیزیں احباب کی خدمت میں لے جاکے پیش کرنا چاہیے۔''

چناں چہ راقم الحروف حضرت والا مد ظلہ العالی کے ان ملفوظات کو جو مسجدِ حرم کے بالکل متّصل جناب قاری خلیق اللہ صاحب مدّ ظلہ کے مکان پر بیان ہوئے، قارئین ''اشرف العلوم'' کی خدمت میں ''تحفۃ الحرم'' کے عنوان سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ بلاشبہ بہت سے احباب مجھ سے زیادہ قدرداں اور عمل کناں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اُجور میں مجھے بھی شامل فرمادیں، آمین۔

محمد عبد القوی۔ ۱۴؍ صفر المظفر ۱۴۱۹؁ھ

اصلاح کا بنیادی اُصول

ارشاد فرمایا کہ اخلاق کی اصلاح و درستگی یعنی قلب کو گندے اخلاق سے صاف کرنے کے لیے اور اچھے اخلاق سے سنوارنے کے لیے بنیادی چیز یہ ہے کہ شیخ کے سامنے اپنے کو فنا کردے، اپنی رائے اور اپنی خواہش کو مصلح کی رائے کے مقابلے میں فنا کردے، تب جاکر کام بنتا ہے اور اصلاح ہوتی ہے، اور یہ اُصول ایسا ہے کہ جس کو جسمانی علاج کے سلسلے میں بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ معالج سے اپنا حال بتلاتے ہیں اور وہ جو نسخہ دوا اور پرہیز کا بتلاتا ہے اس کے موافق معاملہ کرتے ہیں، اس میں اپنی رائے اور خواہش کو دخل نہیں دیتے جس سے کچھ دنوں میں صحت ہو جاتی ہے۔ یہی اُصول اس راہ میں بھی اختیار کرے، تو پھر ان شاء اللہ! جلد اصلاح ہو جائے گی۔

(از مجالس محی السنۃ: ۹۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ا۔ آپ حضرات اس وقت یہاں تشریف لاتے ہیں کچھ دین کی باتیں سننے کے لیے، اس لیے یہ معمول بنالیں کہ جب کوئی دین کی بات سنائی جائے تو غور سے سنا کریں۔ اور جس وقت کوئی بات نہیں ہو رہی ہے تو پھر ذکر اللہ میں مشغول رہیں۔ خالی نہ رہیں نہ فضول باتوں میں مشغول ہوں، کوئی سا ذکر کریں۔ تخصیص نہیں ہے۔ ذکر اللہ سے نورانی ماحول بنتا ہے۔ ایسے ماحول میں پھر کہنے والے کا ذہن بھی کھلتا ہے۔ علوم اِلقاء ہوتے ہیں۔ چناں چہ وہ خانقاہیں اور وہ مقامات جہاں قاعدہ شرع کے مطابق ذکر ہوتا ہے وہ اس قدر نورانی ہوتی ہیں کہ اس کی چہار دیواری کے باہر اور اس کے اندر کھلا فرق محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ بعض مساجد میں جی خوب لگتا ہے اور بعض میں کم لگتا ہے۔ حالاں کہ سب مسجدیں بظاہر ایک ہیں۔ پھر یہ فرق کیا ہے؟ وہی ذکر و تلاوت کی کمی زیادتی سے پیدا ہونے والے اثرات کا فرق ہے۔

جب آدمی کسی جگہ ذکر کرتا ہے تو اس کو تو نفع ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس جگہ رہنے والوں کو بھی نفع ہوتا ہے۔ جیسے یہاں اے سی لگا ہوا ہے کیا صرف ایک آدمی کو ٹھنڈک پہنچ رہی ہے؟ نہیں بلکہ پورے کمرہ والے اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ایک پنکھا چلتا ہے اور سب کو ہوا دیتا ہے، ایک بلب جلتا ہے اور سب لوگوں کو روشنی دیتا ہے۔ بس اسی طرح ذکر کی سکینت کا حال ہے کہ ذاکر پر جو سکینت اترتی ہے وہ سارے ماحول کو پہنچتی ہے۔ پھر اگر سب لوگ ذاکر ہوں گے تو اس کا نفع اور اثر کس قدر ہوگا؟ اس لیے ذکر کا خوب اہتمام کیا کریں۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ اس قدر کثرت سے ذکر کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔ کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کسی چیز کا عاشق ہوتا ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے، بار بار اور ہر وقت ذکر کرتے رہنے سے دیکھنے والے کہنے لگتے ہیں کہیں یہ پاگل تو نہیں ہو گیا؟ حالاں کہ پاگل تھوڑا ہی ہے۔ اس کی ایک عام مثال دیتا ہوں الیکشن میں آپ نے دیکھا ہوگا ووٹ حاصل کرنے کے لیے کیسے رٹ لگائی جاتی ہے۔ فلاں صاحب کو ووٹ دیجیے، فلاں صاحب کو ووٹ دیجیے، ایک ایک آدمی اس قدر شور مچاتا اور آواز لگاتا پھرتا ہے کہ لوگ اسے پاگل قرار دیتے ہیں۔

کہتے ہیں اس کو کوئی کام دھندہ نہیں بس صبح سے شام تک ایک ہی رٹ لگاتا رہتا ہے۔ حالاں کہ وہ پاگل تھوڑا ہی ہے وہ تو اپنا کام دھن سے کیے جارہا ہے۔ یہی مطلب سمجھ لیجیے: اَکْثِرُوْا ذِکْرَاللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ[1] کا۔ جب آدمی عادت ڈال لیتا ہے تو عادت پڑ جاتی ہے پھر بغیر ذکر اللہ کے چین نہیں ملتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دم رُکا سمجھو جو دم بھر کو بھی یہ ساغر رُکا

میرے ہاں ایک صاحب جدید تعلیم یافتہ آئے، میں چارپائی پر باہر بیٹھا ہوا تھا وہ چارپائی پر بیٹھتے ہی جیب میں سے سگریٹ نکال کر بلا کسی تکلّف ولحاظ کے جلا کر پینا شروع کر دیے، مجھے سگریٹ سے بہت تکلیف ہوتی ہے حلق میں خراش شروع ہو جاتی ہے، میں فوراً اٹھ کر اندر چلا گیا اور ایک صاحب کے ذریعے ان سے کہلوادیا کہ آپ جب فارغ ہو جاویں تو اطلاع کر دیں، میں بات کرلوں گا۔ میں اس واقعے کے ذریعے بتلانا چاہتا ہوں کہ دیکھیے کس طرح اپنی عادت کے یہ صاحب دیوانے تھے۔ بس اس کو مجنوں کہتے ہیں۔ کیا ہم لوگ اس طرح اللہ کے ذکر کے خوگر نہیں بن سکتے؟ ان صاحب کی حالت دیکھ کر مجھے خواجہ صاحب کا شعر یاد آیا ؎

آشنا بیٹھا ہو یا نا آشنا
ہم کو مطلب اپنے سوز و ساز سے

اسی طرح خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

لب پر ذکر اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ تو کر لے اگر حاصل دوام
پھر تو کچھ ہی دن میں بیڑا پار ہو

۲۔ احرام میں تلبیہ کی کثرت کرنی چاہیے۔ اس سے بہت لوگ غافل ہیں۔ کسی سے ملاقات ہو تو تلبیہ پڑھنا چاہیے، کسی کو رخصت کرتے وقت تلبیہ پڑھنا چاہیے، سواری پر چڑھتے وقت، اترتے وقت، اسی طرح بلندی پر چڑھتے وقت، پستی میں اترتے وقت تلبیہ پڑھنا چاہیے۔

[1] شعب الایمان: ۲/۶۴ (۵۲۳)، فصل فی ادامت ذکر اللہ عزوجل، مکتبۃ الرشد

فرض اور نفل نمازوں کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ ایّامِ تشریق میں پہلے تکبیر کہے پھر تلبیہ۔ ویسے چلتے پھرتے تلبیہ کی کثرت رکھے، ہلکی آواز سے کہے۔ یہ جو طریقہ ہے آواز میں آواز ملا کر اجتماعی کہنے کا یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلام میں ہر وقت کی ادعیہ واذکار منقول ہیں لیکن احرام میں ہر حال میں اور ہر تغیّر کے وقت تلبیہ کا اہتمام ہونا چاہیے۔ یہ عاشقانہ لباس ہے، جب صورت عاشقوں کی ہے تو کام بھی عاشقوں کا کرے۔ ہر وقت یہی رٹ لگاتا پھرے کہ حاضر ہوں مولا! خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ دسویں تاریخ کی رمی تک حج کے احرام کا تلبیہ جاری رکھنا چاہیے۔

۳۔ مسجد میں داخلہ اور نکلنے کی سنّتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ بہت سے لوگ مسجدِ حرام میں بھی اس سے غافل ہیں اور غفلت کی انتہا یہ ہے کہ اپنے بازو والا آدمی سنّت پر عمل کر رہا ہے، سیدھا پیر داخل کر رہا ہے، دعا پڑھ رہا ہے، دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں، پھر بھی توفیق نہیں ہوتی۔ کیسی بات ہے؟ اصل میں بات یہ ہے کہ گھر پر سنن کی مشق نہیں کرتے اس لیے یہاں اتنے مبارک مقام پر آکر بھی سنتوں کو بھول جاتے ہیں۔ مشق کی بڑی اہمیت ہے۔ دیکھیے اگر کسی جگہ بہت خوبصورت لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا ہو اور آپ اس کو برس بھر دیکھتے رہیں تو کیا آپ کو اس طرح لکھنا آجائے گا؟ ہر گز نہیں آئے گا، اور اگر مشق کرنے لگے تو کچھ دن میں اسی طرح لکھنا سیکھ سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مشق کی اہمیت ہے۔ مشق کریں، عادت ڈالیں۔ مشق سے ہر کام سہل ہو جاتا ہے۔

۴۔ یہاں آپ حضرات جتنی رقم خرچ کرکے آئے ہیں اس کا حساب لگایا جائے تو یومیہ پندرہ سولہ سو تا دو ہزار روپیہ کا اوسط نکلتا ہے۔ گھر پر آپ ایک آدمی کا یومیہ اتنا خرچ نہیں ہوتا۔ اس لیے ایک ایک دن کی حفاظت کیجیے۔ جس قدر ہو سکے اعمالِ خیر کیجیے۔ حرم شریف میں قرآنِ مجید کی تلاوت کا اہتمام کیجیے۔ اسی طرح ذکر اللہ کا اہتمام ہونا چاہیے۔ یہاں حرمِ مکہ میں کلمہ طیّبہ کی کثرت رکھے۔ نماز باجماعت حرم شریف میں ادا کرنے کی فکر کیجیے۔ یہاں ایک نماز کا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ طواف کی کثرت رکھیے۔ جس قدر ہو سکے طواف کرتے رہیے۔ ہم لوگ جوانی میں جب آتے تھے تو خوب طواف کرتے تھے۔ ایک دفعہ

ایسے ہی حرم شریف میں بیٹھ کر آپس میں مذاکرہ ہو رہا تھا کہ کس نے آج کتنے طواف کیے۔ ہم میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے ۲۹ طواف کیے۔ ہم لوگوں کو بہت مسرّت ہوئی، ہم نے کہا: آج تو آپ ہم سب میں اوّل نمبر رہے۔ ایک اور صاحب پڑوس میں ہماری گفتگو سن رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا: آپ لوگوں کے طواف کی تعداد سے ماشاء اللہ خوشی ہوئی۔ لیکن کسی کو اپنی کثرتِ طواف پر عجب نہ ہو اس لیے بتلاتا ہوں کہ مجھے الحمد للہ! آج دن بھر میں ۵۲ طوافوں کی توفیق ملی۔ اس وقت ان کی عمر ۵۵ تا ۵۶ برس کی رہی ہو گی۔ بہرحال آپ حضرات سے بھی یہی گزارش ہے کہ اوقات کی حفاظت کریں۔ ملاقاتوں میں، بازاروں میں، خریداری میں، فضول باتوں میں اوقات ضایع نہ کریں۔ یہاں اتنا پیسہ خرچ کر کے ملنے ملانے کے لیے تھوڑا ہی آئے ہیں۔ ٹھیک ہے ساتھیوں اور اہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنا بھی ثواب ہے۔ وہ بھی کرلیں لیکن اس میں وقت زیادہ صَرف نہ کریں۔

۵۔ کبر امّ الامراض ہے، یوں سمجھیے کہ تمام گناہوں کا جدّ امجد ہے۔ پھر عجب، غیبت، حسد، ریا، کینہ یہ سب اس کے پوتے پڑپوتے ہیں۔ اس لیے کبر کو سب سے پہلے ختم کرنا چاہیے۔ اس کے مرنے سے اس کے بچے آسانی سے مر سکیں گے۔ ورنہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے امراض ختم ہونا مشکل ہے۔ اسی لیے مشایخ نے اس کی جانب بہت توجہ فرمائی ہے۔ خود حدیث میں ہے کہ جب تک رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہو گا جنت میں داخلہ نہ ہو سکے گا۔ وہ تو بھئی بس اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو تکبر زیب نہیں دیتا ہے۔ محتاج کیا تکبر کرے؟

۶۔ لوگ حرم شریف سے بہت سے تحفے لے جاتے ہیں اہل و عیال کے واسطے، جیسے عام طور سے یہاں سے لوگ زم زم اور کھجور لے جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے ضرور لے جائیں۔ لیکن یاد رکھیے اصل تحفہ دین کا تحفہ ہے۔ یہاں آپ نے کیا سیکھا، کیا سبق ملا یہ بھی تو اہل و عیال کے واسطے لے کر جانا چاہیے۔ انہیں جا کر بتلانا چاہیے کہ ہمیں یہ دین کی باتیں معلوم ہوئیں، یہ ایمان کی حقیقت سمجھ میں آئی۔ اس لیے آج میں آپ لوگوں کو گھریلو اصلاح کا آسان طریقہ بتلاتا ہوں۔

الف: گھر کے سب افراد کو جمع کر کے: ۱/ روزانہ ایک سنت ۲/ سنت کا ایک فائدہ ۳/ ایک کبیرہ گناہ اور ۴/ گناہ کا ایک دنیوی نقصان بتلادیا کریں۔

ب: کم از کم سات دفعہ کلمہ طیّبہ، تین دفعہ درود شریف، گیارہ مرتبہ استغفار اور گیارہ مرتبہ سوم کلمہ پڑھنے کا سب افرادِ خانہ معمول بنالیں۔

ج: مرد لوگ جتنا وقت مل سکے نیک اور صالح حضرات کے پاس گزارنے کا اہتمام کریں۔ اگر اس کی صورت نہ ہو تو اکابر کے ملفوظات و حالات کا مطالعہ بھی کسی درجہ میں کافی ہے۔

یہ مضمون ایک دفعہ منیٰ میں بعض احباب اور اہلِ علم کی موجودگی میں ان کی خواہش پر بیان کیا گیا تھا۔ بعض حضرات نے اس کو مستقلاً طبع کر دیا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے۔

اس کا طریقہ بھی بتلادیا کرتا ہوں کہ "الف" علم حاصل کرنے کے لیے کسی عالم یا امام مسجد سے رابطہ کرو۔ ان سے گزارش کرو کہ وہ مسجد میں اس کا اہتمام شروع کریں۔ اب ایک ایک چیز خود یاد کرو پھر گھر والوں کو سکھاؤ، یاد کراؤ۔ ہر دن ایک آدھ سے پچھلا سبق سن بھی لیا جائے۔ یاد ہو تو آگے، ورنہ اسی سبق کو دہرادیا جائے۔ اگر بعض کو یاد ہے بعض کو نہیں تو آپس میں ایک دوسرے کے ذمہ کر دیا جائے کہ جنہوں نے یاد کرلیا ہے وہ جو یاد نہیں کرسکے انہیں یاد کرائیں۔ اس طرح گھریلو اصلاح بھی ہوتی رہے گی۔ ادھر مصلّیانِ مسجد کے ذریعے محلہ میں بھی اصلاح ہوتی رہے گی۔

مصلّیوں سے امام صاحب یا عالم صاحب جو بھی یہ سلسلہ چلا رہے ہوں پوچھ لیا کریں کہ گھر میں پہنچانا شروع کر دیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں پہنچایا ہے تو پھر اس کی اہمیت بتلا کر تاکید کی جائے۔

اسی طرح اہلِ مدارس بھی اگر مدرسوں میں یہ سلسلہ پانچ دس منٹ تعلیمی اوقات میں سہی، مختص کر کے شروع کر دیں تو طلبہ کی تربیت و اصلاح میں بہت مددگار ہوگا۔ پھر طلبہ جو گھر جاتے ہیں انہیں پابند کیا جائے کہ وہ آج کا سبق اپنے گھر جا کر سنائیں۔ اگلے دن بچے سے پوچھ بھی لیں کہ گھر میں سنایا یا نہیں۔ اقامتی طلبہ اپنے اپنے حجروں میں باری باری اسی کا سلسلہ رکھیں۔ اور ذمہ دار حضرات اس کی نگرانی رکھا کریں۔ بہت آسان نسخہ ہے۔ کوئی عمل کر کے تو دیکھے پھر پتا چلے گا، ان شاء اللہ۔

اس سلسلے کو تھوڑا سا اور وسیع کر کے ان مقامات پر بھی شروع کر دیا جائے جہاں عوام جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ تو اور اچھی بات ہے۔ نہ تو اس میں کچھ زیادہ وقت لگتا ہے نہ مشقت ہے۔

۷۔ جس طرح جسمانی صحت کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہوتی ہے: اچھی غذا اور مضر چیزوں سے پرہیز۔ اگر کوئی آدمی غذا تو خوب عمدہ کھاتا ہے مگر مضر صحت چیزوں سے احتیاط نہیں کرتا تو صحت خراب ہو جائے گی۔ اسی طرح کوئی آدمی ہر خراب چیز سے بچتا ہے بہت احتیاط کرتا ہے مگر غذا گلی سڑی کھاتا ہے وہ بھی صحت مند نہیں رہ سکتا۔ بس اسی طرح انسان کی دینی صحت کا حال ہے، وہ بھی دو چیزوں سے قائم رہتی ہے: ایک یہ کہ نیکی کے کام سنّت کے مطابق کرنا، دوسرے گناہوں سے بچنا۔ چناں چہ ایک شخص خوب عبادت کرتا ہے کوئی نیکی ترک نہیں کرتا مگر ساتھ ساتھ گناہوں کا بھی عادی ہے تو وہ عند اللہ مقبول نہیں۔ اسی طرح کوئی شخص گناہ بالکل نہ کرے مگر طاعات و نیکی کے کام بھی نہ کرے وہ بھی مقبول نہیں۔ نیکی بھی کرنا چاہیے، گناہوں سے بھی بچنا چاہیے۔ تب جا کے عند اللہ قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

۸۔ دیکھو بھئی یہ جگہ (حرمین شریفین) امتحان کی جگہ ہے، اچھے اچھے پابند لوگ جن کی کبھی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوتی تھی صفِ اوّل بھی چھوٹتی نہیں تھی یہاں مسجدِ حرام پہنچنے پر ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں اللہ کے بندے ان سے پہلے پہنچ چکے ہیں۔ اب ان میں سے کسی کو دسویں، کسی کو بیسویں، کسی کو پچاسویں صف میں جگہ مل رہی ہے۔ یہاں آ کر پتا چلتا ہے کہ ہم سے بڑے بڑے عاشق موجود ہیں۔ جو ہم سے بہت پہلے پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں صفِ اوّل کو پانے کے لیے پرانی فکر کافی نہیں، مزید فکر کرنی پڑے گی۔ خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ ان عاشقوں کو دیکھ کر اپنے عشق کی کمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہرحال ان کو دیکھ کے سبق حاصل کرو اور ان عاشقوں کے طفیل سے دعائیں مانگ لو۔ کون بندہ اللہ کا کس قدر مقرب ہے اور اس کا کیا مقام ہے کیا معلوم! اس لیے یوں کہا کرو کہ اے اللہ! اپنے ان عاشق بندوں کے طفیل ہمارے اور ہمارے متعلقین کے جملہ مقاصدِ حسنہ کی تکمیل فرما۔

۹۔ جس طرح اپنی دنیوی حاجات وضروریات کے لیے آدمی ماہرین کے پاس جاتا ہے، معلومات کرتا ہے اور اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اسی طرح دینی ضروریات میں بھی ہونا چاہیے۔ اہلِ علم کے پاس جایا کرے۔ ہر بات پوچھ پوچھ کر عمل کرے۔ یہ بہت ہی آسان طریقہ ہے علم وعمل کی درستگی کا، لیکن اس کی طرف دھیان نہیں ہے۔ دین میں علم وعمل کے اعتبار سے کوئی چھوٹا ہے کوئی بڑا ہے۔ دنیا کے کاموں میں ہر چھوٹا بڑے سے استفادہ کرتا ہے۔ دیکھو بچے کو جب بھوک لگتی ہے روکر ماں کو متوجہ کرلیتا ہے۔ چھوٹا بنے بغیر بڑا بننے کی ہوس ہوس ہی ہے۔ کبھی ایسا شخص بڑا نہیں بن سکتا۔ مختصر یہ کہ چھوٹوں کی اصلاح بڑوں سے رجوع کرنے میں منحصر ہے۔ پس ہر طالبِ اصلاح کو چاہیے کہ کسی بڑے کا انتخاب کرے۔ پھر اس کے مشورہ اور رہبری میں کام کرتا رہے۔ ایک دن مقصود حاصل کرلے گا۔

۱۰۔ درسِ تفسیر اور درسِ سیرت کا اہتمام مساجد ومدارس میں ہونا چاہیے۔ جب گجرات کے علاقے میں طاعون کا واقعہ پیش آیا تھا تو ہمارے ہاں مدرسہ کی مسجد میں یہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ ماشاء اللہ اب تک کئی کتابیں ختم ہوچکی ہیں۔ جو وقت مناسب ہو مقرر کرلیا جائے اور ایک دو آیات کی مختصر تفسیر ہوجائے۔ کسی وقت مختصراً سیرت کی کوئی کتاب سنادی جائے۔ نشر الطیب ہے، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، سیرتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کوئی سی کتاب اس کا بہت نفع ہوتا ہے۔

۱۱۔ چوں کہ بہت سے اہلِ علم اور اہلِ مدارس موجود ہیں اس لیے عرض کرتا ہوں کہ مدارس میں طلبۂ کرام کو سنن بتلائی جاتی رہیں اور پھر ان کی عملی مشق کی پوری نگرانی رکھیں۔ خصوصاً سننِ صلوٰۃ کی عملی مشق پر نظر رکھی جائے کہ نمازیں سنت کے مطابق ہورہی ہیں یا نہیں۔ ورنہ علمائے دین کی بڑی سبکی ہوتی ہے جب مساجد میں یہ نظر آتا ہے کہ ایک تاجر اور عامی آدمی تو سنّت کے مطابق نماز پڑھ رہا ہے اور ایک طالبِ علم اور عالمِ دین خلافِ سنّت، تو بتلائیے کہ اب دین کی کیا وقعت لوگوں کے دلوں میں باقی رہے گی؟ اس لیے مدارس میں اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ یہ طلبہ مدارس ہی میں تو سیکھیں گے، جب فارغ ہوکر چلے گئے تو کام میں لگ جاتے ہیں۔ اب کون سکھائے گا؟ اور ادھر دھیان

بھی نہیں جاتا کہ یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ آج صَلُّوْا پر تو عمل ہو رہا ہے لیکن اَقِیْمُوْا پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ یعنی کسی طرح ادائے صلوٰۃ ہو جاتی ہے مگر اس کو سنّت کے مطابق ادا کرنے کی فکر کم ہو گئی ہے۔

۱۲۔ حجِ مبرور وہ ہوتا ہے جس میں گناہوں سے حفاظت ہو۔ اس لیے حدیث میں فرمایا گیا مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ[۲] اس میں گناہ اور جھگڑوں سے بچنے والے کے لیے حجِ مبرور کی بشارت ہے۔ اور جس کا حج مبرور ہوتا ہے وہ شخص اتنا ولی اور مقبول ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی گویا مستجاب الدّعوات بنا دیا جاتا ہے۔ حد یہ ہے کہ اس سے اپنے لیے دعا کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن اتنا بڑا مقام جو مل سکتا تھا گناہوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے حج اپنا اگر مقبول و مبرور بنانا چاہتے ہیں تو ہر قسم کے گناہوں سے بچتے رہنا چاہیے۔

۱۳۔ (تھانہ بھون میں ان دنوں کوئی اجلاس ہونے والا تھا۔ اس کے سلسلے میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فون آیا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ حضرت والا مد ظلہم کی اس سلسلے میں رائے کیا ہے؟ جواب میں فرمایا)

"اس قسم کے کام حضرت والا کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اس لیے میں نے شرکت سے معذوری ظاہر کر دی تھی، یہ میری اپنی رائے ہے، آپ حضرات مناسب سمجھیں تو شرکت فرمالیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یہ نظام حضرتِ والا کے اہلِ سلسلہ کے لیے خیر ثابت ہو۔ کسی شر کا سبب نہ بنے" (اس کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا)"ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں مفید، مضر۔ کام ایک ہی ہے لیکن اُصول کے موافق ہو تو مفید اور اگر اُصول کے خلاف ہو تو مضر۔ اس لیے ہر کام اُصول کے موافق ہونا چاہیے۔ جیسے روشنی کے بلب ہیں، کسی نے یہ تو خوب لگا رکھے ہیں لیکن "مین سوئچ" نکال رکھا ہے تو کیسے فیض پہنچے گا؟ اور اگر سوئچ تو کھلا ہوا ہے لیکن تار کٹا ہوا ہے تو مزید نقصان کی بات ہے، اس لیے سب پہلو پر نگاہ ہونی چاہیے۔"

[۲] صحیح البخاری: ۲۴۴/۱ (۱۸۲۱)، باب قول اللہ عزوجل: فلا رفث، المکتبۃ المظہریۃ

۱۴۔ اپنی اولاد کو بچپن سے دین سکھاؤ۔ حدیثِ پاک میں ہے سات برس کی عمر سے بچے کو نماز کا حکم کرو اور دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو پھر تھوڑی پٹائی بھی کرو۔ شریعت نے سب سے پہلے نماز کا حکم دیا۔ ایک تو اس لیے کہ وہ سب سے اہم عبادت ہے۔ دوسرے یہ حکمت بھی کہ جب نماز کا حکم دیں گے تو نماز بھی سکھانی ہو گی اور اسی سے دین سکھانے اور اس پر چلانے کی مشق شروع ہو جائے گی۔ دیکھیے جب نماز پڑھوائیں گے تو وضو بھی سکھانا ہو گا۔ کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ وَتَمَامَ الصَّلٰوۃِ[۳] فرما کر اشارہ فرمادیا کہ بڑھیا نماز کے لیے وضو بڑھیا ہونا چاہیے۔ اعلیٰ درجہ کی نماز کے لیے اعلیٰ درجہ کا وضو ہونا چاہیے۔ جیسے پانی عمدہ ہو گا تو چائے عمدہ بنے گی۔ جب وضو سکھائیں گے تو وضو کی دعائیں بھی سکھانی ہوں گی۔ مثلاً درمیان وضو میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ[۴] والی دعا پڑھنا ہے۔ اب جب یہ یاد دلائیں گے تو بچے کو ذنب کی تعریف بھی سمجھانی ہو گی۔ گناہ کی حقیقت سمجھ میں آجائے گی تو اس سے نفرت پیدا ہو گی، پھر طہارت کے مسائل بھی سکھانے ہوں گے۔ طہارتِ جسم کے ساتھ ساتھ طہارتِ اخلاق کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔ نبی کی تعلیمات سب رحمت ہیں۔ جیسے باپ اپنے بچوں کے حق میں شفیق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ نبی امت کے حق میں مہربان ہوتے ہیں۔

اسی طرح بچوں کو باوضو رہنے کی عادت ڈلوائیے۔ ہمارے ہاں طلبہ کو اس کی تاکید کی جاتی رہتی ہے۔ بچپن کی عادتیں پختہ ہوتی ہیں۔ اور بار بار کی تاکید رائیگاں نہیں ہوتی۔ ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ایک طالبِ علم جب ہمارے ہاں سے دوسرے ادارے میں گئے وہاں سے خط لکھا کہ آپ لوگوں کے سکھانے اور تاکید کرنے کی برکت سے الحمدللہ پورے سال کے دوران کوئی حدیث سننے سے نہیں چھوٹی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پورے سال کے دوران کوئی حدیث بغیر وضو نہیں سنی۔ سوائے دو حدیثوں کے کہ ہاتھ میں ایک دانہ نکل آیا تھا اور سبق کے آخر میں وہ ٹوٹ گیا تھا۔ اس حال میں دو حدیثیں گزر گئیں۔ بس

۳؎ کنزالعمال: ۹/۴۶۸ (۲۶۹۹۳)، مؤسسۃ الرسالۃ

۴؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۸، باب بعد باب ما جاء فی عقدۃ التسبیح بالید، ایچ ایم سعید

ان دو احادیث کے علاوہ کوئی حدیث بلا وضو سماعت نہیں کی۔ اسی طرح ایک پندرہ سالہ طالبِ علم نے بتلایا کہ چھ ماہ سے برابر باوضو سو رہا ہوں۔ یہ اسی زمانے کی چند برس پہلے کی بات بتلا رہا ہوں۔ کوئی پرانے زمانے کا واقعہ نہیں۔ اکابر کی کرسیاں خالی ہوتی جارہی ہیں کوئی تو پیدا ہو گا اس کو پُر کرنے کے لیے۔ بہر حال بچپن کی عادتیں پختہ ہوتی ہیں۔ اس لیے گھروں میں بھی خصوصیت کے ساتھ اور مدارس میں طلبہ کو سنن کی عادت ڈالی جائے۔ پھر اس کی نگرانی رکھی جائے۔

۱۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم لوگوں پر بڑا احسان ہے۔ وہ ماں باپ سے زیادہ مشفق ہیں۔ انہوں نے صرف ہمارا دین ہی نہیں ہماری دنیا بھی درست فرمادی ہے۔ ماں باپ سے زیادہ مہربان اس لیے کہ ہمارے ماں باپ کتنے ہی شفیق ہوں حکیم نہیں ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول مہربان بھی ہیں حکیم بھی ہیں۔ اس لیے ہماری مصلحتوں کو خوب جانتے اور اس کے موافق تعلیم دیتے ہیں۔ ایک مثال دیتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہ دعا سکھائی ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِکَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّیْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِیْ [۵]

یعنی اے اللہ! آپ اپنا رزق میرے بڑھاپے اور ناکارگی کی عمر میں اضافہ فرمادیجیے۔

اس دعا کی تعلیم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے ساتھ کیسی شفقت و محبت اور احسان مخفی ہے۔ آپ غور کریں کہ جب تک آدمی صحت مند اور قوت والا ہوتا ہے اپنی ضرورتوں کے لیے خود ہی ہاتھ پیر مار لیتا ہے، لیکن جب بوڑھا اور ناکارہ ہو جاتا ہے اس وقت اگر اس کے پاس روزی اور ضروریات وافر مقدار میں موجود نہ ہوں یا اس کے وسائل بنے ہوئے نہ ہوں تو چھوٹوں کا محتاج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ایسے وقت اولاد اگر صالح ہوئی تو فبہا، ورنہ کیسی زحمت وذلت کا سامنا ہوتا ہے کہ ان کو اس کی تکالیف کی کوئی پرواہی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ تجربہ ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہو تو پھر اولاد و اقربا صالح ہوں نہ ہوں اس کی خدمت اور دیکھ بھال خوب اچھی طرح کرتی ہے جس کی وجہ سے بڑھاپے کے رنج و محن

---

۵ کنز العمال:۲/۱۸۸(۳۶۸۲)، مؤسسۃ الرسالۃ

سے حفاظت رہتی ہے۔ اس لیے دعا سکھائی جارہی ہے کہ عام حالات میں تو ہم روزی کے محتاج ہیں ہی، بڑھاپے میں خصوصیت سے اس میں اضافہ اور وسعت کی حاجت ہے۔

اس مثال سے بھی سبق لیجیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھت پر جس کی منڈیر نہ ہو سونے سے منع فرمایا۔ اب بتائیے کہ اگر کوئی سوئے تو کس کا نقصان ہے۔ اس میں اسلام کا یا نبی کا کچھ نقصان ہے؟ پھر اس ممانعت کی وجہ اپنی امت سے محبت اور ان پر شفقت نہیں تو اور کیا ہے! مگر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم قدر نہیں کرتے۔ عمل نہیں کرتے۔ کس کا ضرر ہے! ہمارے طالب علمی کے زمانے میں ایک ایسی ہی چھت تھی وہاں پڑھنے کی اجازت تھی لیکن سونا منع تھا۔ اس لیے کہ منڈیر نہیں تھی۔ بعض طالب علم پیچ چھت پر سو جاتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا اس چھت پر سے لڑھک کر نیچے گر گئے۔ دین کی اور بڑوں کی اطاعت نہ کی، اپنا ہی نقصان ہوا۔

۱۶۔ ہر کام سے مقصود رضائے الٰہی کی تحصیل ہے۔ پس اس غرض سے جو کام ہو گا وہ مخلصانہ ہو گا۔ باقی سب اغراض مخلصانہ نہیں۔ آج بڑے دکھ کی بات ہے کہ دینی خدمت میں بھی اخلاص کی کمی آنے لگی ہے۔ ہم لوگوں کو ہمیشہ اس کا احتساب کرتے رہنا چاہیے۔ امام عبدالوہاب شعرانی بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے بہت سے بزرگوں سے استفادہ کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں دین کا کام کرنے والے اپنے اخلاص کو اس طرح پرکھیں کہ ان کے علاقے میں اگر کوئی اور شخص وہی دینی کام یا کوئی اور دینی کام شروع کرتا ہے تو ان کو خوشی ہوتی ہے یا کلفت؟ اگر خوشی ہوتی ہے تو یہ اخلاص ہے اور اگر گرانی ہوتی ہے تو یہ اخلاص کے منافی ہے۔ انہوں نے ایک واضح مثال سے بات کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر سخت گرمی کا موسم ہو اور دوپہر کے وقت میت کو قبرستان لے جانے کی ضرورت پیش آجائے۔ آدمی کم ہوں تو میت کے اقربا کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس کام میں ان کا ہاتھ بٹانے والے بڑھ جائیں، پھر نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھ جنازہ لے جانے میں مدد کر رہے ہیں تو یہ دیکھ کر خوشی ہو گی یا افسوس؟ اور کچھ دور جانے کے بعد لوگ ساتھ چھوڑنے لگیں تو افسوس ہو گا یا خوشی؟ یہی حال خدامِ دین کا ہونا چاہیے کہ جتنے لوگ دین کا کام کر رہے ہیں خواہ وہ کسی لائن سے ہو، تبلیغ کا ہو تعلیم کا ہو یا تزکیہ کا ہو، اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اسے دیکھ کر خوش ہونا چاہیے۔

اب یہ ہوتا ہے کہ غم کرنے لگتے ہیں کہ صاحب اب یہ بیچ میں آ گئے، اتنے دن سے ہم محنت کر رہے تھے، اب ان کا بھی نام ہو گا، کچھ لوگ ان کی بھی سنیں گے۔ انہیں بھی چندہ ملے گا تو ہمارا چندہ گھٹ جائے گا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ یہ کیسے خیالات ہیں۔ معلوم ہوا کہ اخلاص نہیں تھا، کام میں اخلاص ہوتا تو یہ سب فضول خیالات اور غم میں مبتلا نہ ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ اخلاص فی الاعمال بہت ضروری ہے۔ خوب سمجھ لو۔ یہ نہ ہو تو پھر پوری زندگی برباد ہے۔ حدیثِ ریا تو معلوم ہی ہو گی۔ کس طرح اخلاص کے فقدان نے عالم کو، قاری کو، غازی کو، اور سخی کو جہنم رسید کر دیا۔ کام تو خوب کیے اور بہت اچھے کیے، مگر کیا کمی تھی؟ بس وہی اخلاص کی کمی، چناں چہ ساری زندگی برباد ہو گئی۔

۱۷۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہر اخلاص معتبر نہیں ہوتا۔ اخلاص بھی احکامِ شرع کا پابند ہونا چاہیے۔ دیکھیے اگر کوئی شخص دو رکعت نفل مسجد میں عصر سے پہلے پڑھے تو ثواب ملے گا یا نہیں؟ ضرور ملے گا۔ تقرب بھی بڑھے گا۔ اور اگر یہی شخص عصر کے بعد کمرہ بند کر کے نہایت اخلاص کے ساتھ بیس رکعت پڑھے تو ثواب ملے گا؟ ہر گز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے مزید دور ہو جائے گا۔ اسی طرح سال بھر بھی روزے رکھے تو ثواب کا کام ہے مگر عید الفطر یا ایامِ تشریق میں روزہ رکھے تو بھی ثواب ملے گا؟ ہر گز نہیں۔ روزہ رکھ کر گناہ گار بنے گا۔ یا حج ہی کو لے لیجیے۔ حاجی ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں جا کر سوتا رہا تو بھی وقوف کا رکن ادا ہوا جاتا ہے۔ اگر اس کے بجائے اس دن مکہ میں رہ کر پچاس طواف کرے تو ایک بھی قبول نہ ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ محض اخلاص کافی نہیں ہے اخلاص وہ معتبر ہے جو احکامِ شرع کا ماتحت ہو۔

۱۸۔ ایک ہے کسی چیز کا حاصل اور ایک ہے اس کا باقی رہنا۔ حاصل ہو جانے کے بعد باقی رکھنے کی کوشش نہیں کرے گا تو وہ چیز ضایع ہو جائے گی۔ کھانا سالن پکالیا، اب اس کی حفاظت کے اسباب بھی تو کرو ورنہ وہ سڑ کر ضایع ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج کی نعمت دی۔ بہت بڑی نعمت و دولت حاصل ہو گئی، لیکن اس کی حفاظت بھی ضروری ہے ورنہ اس کے اثرات و برکات دھیرے دھیرے ختم ہو جائیں گے۔ حاجی حج کے ذریعے گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس پاکی کو باقی رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ گناہ نہ کرنے کا پکا عہد کر

لے اور نفس کو مجاہدہ کر کے اس عہد پر قائم رکھے۔ کتنا ہی جی چاہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ طاعات میں کوتاہی نہ کرے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تیری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

۱۹۔ دیکھو بھئی رمی کے وقت جلد بازی مت کرو۔ ہر شخص جلد فارغ ہونے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس میں بہت نقصان ہوتا ہے، خصوصاً مستورات ساتھ میں ہوں تو مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔ سب ساتھی مل کر جاویں۔ راستے میں بھیڑ زیادہ ہو تو توقف کر لیں۔ ریلا آرہا ہو تو بازو ہو جاویں۔ بہت وقت رہتا ہے، بھیڑ کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ غروب کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔ اس لیے جلدی کے مارے اپنے کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ سوچ سمجھ کر احتیاط سے رمی کریں۔

۲۰۔ بعض چیزیں خوشبو کی ہوتی ہیں ان کا استعمال بھی احرام میں درست نہیں ہے۔ جس طرح خالص خوشبو عطر وغیرہ کا استعمال حرام ہے۔ وہ چیزیں، خواہ برتنے کی ہوں یا کھانے پینے کی، خوشبو کا معیار یہ ہے کہ عقلِ سلیم اس کو خوشبو سمجھتی ہو۔ اس سے بچنا چاہیے۔ ورنہ بہت خسارہ ہو گا۔ بہت سے لوگ کافور کو، زیتون کو خوشبو نہیں سمجھتے حالاں کہ یہ بھی خوشبو ہے۔ بعضے لوگ حجر اسود پر خوشبو مل دیتے ہیں، بعض لوگ احرام میں ہوتے ہیں وہ خوشبو اگر ان کو لگ جائے تو دم واجب ہو جاتا ہے۔ مسائل سیکھنے کی ضرورت ہے۔

۲۱۔ دم دراصل سزا ہے اس بات کی کہ دین کا کام کرتے ہو مگر طریقہ نہیں سیکھتے؟ اتنا اہم عمل ہے اور سیکھے بغیر شروع کر دیا؟ اب خلافِ حکم کیا ہے تو ناواقفی کا جرمانہ ادا کرو، اور دم لازم ہوتا ہے ترکِ واجب سے۔ ایک صاحب نے واجباتِ حج زبانی یاد کر لیے تھے، اتفاق سے وہ اپنے گروہ سے چھوٹ گئے پانچ دن کے بعد ملے تو معلوم ہوا کہ واجبات یاد رہنے کی وجہ سے کوئی ایسی غلطی نہیں کی جس سے دم واجب ہو۔ یہ فائدہ ہوتا ہے سیکھنے کا۔ آج لوگوں میں مسائل کی اہمیت نہیں رہی۔

۲۲۔احرام میں عورتوں کے لیے صرف ایک مجاہدہ ہے،وہ یہ کہ چہرہ نہ ڈھانکیں مگر بے پردگی بھی نہ کریں۔اس کے علاوہ لباس معمول کا پہن سکتی ہیں۔ مگر یہ مجاہدہ بہت اہم ہے،اس کا اہتمام بہت ضروری ہے کہ بے پردگی نہ ہونے پائے۔اپنے آپ کو حتی المقدور مردوں سے علیحدہ رکھیں۔

۲۳۔مسلمان کی اور مومن کی ایک تعریف وہ ہے جو حدیثِ جبرئیل میں آئی ہے۔ ایک دوسری تعریف بھی ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ[ؔ]

یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

اور:

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا[ؕ]

یعنی کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔اخلاق کی تکمیل بہت ضروری ہے۔
مسلمان ایسا ہونا چاہیے کہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صفہ پر تشریف لاتے تو اس طرح سلام فرماتے تھے کہ سونے والا جاگنے نہ پائے، جاگنے والا سن لے۔ دیکھا آپ نے کس طرح دوسرے کی راحت کا خیال فرمارہے ہیں۔یہ تو ایمان والوں کے ساتھ آپ کا سلوک تھا لیکن مشرکین کو بھی آپ سے اذیت نہیں پہنچتی تھی۔ مکّہ کے مشرکین نے آپ کو کس قدر تکلیفیں پہنچائیں لیکن آپ کا حال یہ تھا کہ آپ ان کی بھی راحت وآرام کی فکر فرماتے تھے۔ذکر کی کثرت اسلام میں کس قدر مطلوب ہے،سب کو معلوم ہے، اس کے باوجود حکم یہ ہے کہ اگر کوئی سو رہا ہو تو ذاکر کو چاہیے کہ پست آواز سے ذکر کرے، کہیں اس کی نیند نہ خراب ہو جائے۔ تہجد کی نماز کی کتنی مقبولیت ہے، مگر اس میں بھی اس کا حکم ہے کہ اس طرح اٹھے اور اس طرح ادا کرے کہ کسی سونے والے کو حرج نہ ہو۔ اسلام واقعی سراپا تہذیب ہے۔ ہر کام کا سب سے مہذب و بہتر طریقہ سکھاتا ہے۔جو مذہب پیشاب پاخانہ تک کا طریقہ سکھلاتا ہے وہ دوسری اہم باتوں کو کیسے ترک کردے گا۔

ؔ صحیح البخاری:۱/۶(۱۰)،باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ،المکتبۃ المظھریۃ

ؕ جامع الترمذی:۱/۲۱۹،باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا،ایچ ایم سعید

۲۴۔ دین دراصل اطاعت کا نام ہے۔ ہمیں چون و چرا کا کوئی حق ہے نہ ضرورت۔ جب بندے ہیں تو حکمِ حاکم بجالائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو حاکم ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہیں رَحِیْمٌ عَلَی الْعِبَادِ بھی ہیں۔ اس لیے بندے کو سراپا اطاعت ہو جانا چاہیے۔ جیسے شاعر نے کہا ہے ؎

وہ جو اِذن دیں تو قیام ہے
وہ جو روک دیں تو قعود ہے
بِلا ان کی مرضئ پاک کے
نہ قیام ہے نہ قعود ہے

اصحاب کو دیکھیے، دین کی حقیقت پر وہ کس طرح عمل پیرا تھے۔ حدیث میں آتا ہے: لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا اِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا[۸] دنیا میں کوئی ہستی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ انہیں محبوب نہ تھی، مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتا دیکھ کر قیام نہ کرتے تھے۔ اس لیے کہ آپ نے منع فرمادیا تھا۔ خواہش تو تھی مگر حکم کی اہمیت زیادہ تھی۔ اس کو اطاعت کہتے ہیں کہ حکم کو دیکھو، خواہش کو نہ دیکھو۔ اس کی حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد کہ دین اطاعت کا نام ہے حطیم میں داخل ہونے، ملتزم سے چمٹنے، حجر اسود کا بوسہ لینے وغیرہ میں خواہش و جذبات پر حکم کو مقدّم رکھو۔ حکم یہ ہے کہ یہ سب اعمالِ فضیلت ہیں مگر کسی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔ حرام سے بچنے کی فکر کریں خواہ اس کے لیے یہ فضیلتیں چھوٹ جائیں۔ مستحبات سے کسی کو ضرر پہنچ رہا ہو تو وہ ممنوعات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

۲۵۔ منیٰ میں، عرفات میں، مزدلفہ میں دعاؤں کا خوب اہتمام کرو۔ خوب دعائیں مانگو۔ رو رو کر مانگو۔ رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بنالو۔ بچوں سے مانگنا سیکھو کس طرح بار بار مانگتے ہیں۔ آخر پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سائلین اور بھکاریوں سے سیکھو، کس طرح گڑ گڑا تے ہیں اور کیسی حالت بنا کے مانگتے ہیں۔ ان کو مانگنا آگیا ہے۔ اسی پر مطمئن ہیں۔ ایک صاحب نے ایک سائل سے کہا کہ کیوں اتنی محنت کرتے ہو اس کے بجائے ہماری دوکان میں

۸؎ جامع الترمذی: ۱۰۴/۲، باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل، ایچ ایم سعید

کام کرو، یومیہ بیس روپیہ دے دیں گے۔ اس نے کہا تم ہمارے ہاں کام کرلو یومیہ تیس روپیہ دیں گے۔ انہیں مانگنے کا ڈھنگ آگیا ہے، اسی پر اطمینان اور ناز ہے۔ حالاں کہ بلاضرورت بندوں سے مانگنا عیب ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے مانگنا تو عبدیت وبندگی ہے بلکہ نہ مانگنا عیب ہے۔ اس لیے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو۔ عاجز مت ہو جاؤ۔ بس اپنا کام کرتے رہو۔

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

بیٹھے گا چین سے اگر
کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر
پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا

بعض اکابر کے حالات میں ہے کہ عرفات میں زوال سے غروب تک مسلسل دعائیں کرتے رہے۔ بہت قیمتی وقت ہے، اسے ضایع نہ کرو۔

۲۶۔ ایک دفعہ دیوبند کی مجلسِ شوریٰ میں ایک ذی اثر رئیس کو شامل کرنے کا مسئلہ تھا۔ اس وقت حضرت گنگوہی سرپرست تھے۔ حضرت کے سامنے تجویز آئی تو سختی سے ممانعت فرمائی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نے عرض کیا کہ حضرت مصلحتاً اجازت دے دیجیے کہیں فتنے کی صورت نہ ہوجائے۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا: مولانا ”آپ ایسا مشورہ دیتے ہیں؟ دیکھیے اصل مقصود رضائے الٰہی ہے۔ مدرسہ نہیں ہے۔ مدرسہ چلے نہ چلے احکام کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔ خواہ کسی کو اچھا لگے بُرا لگے۔ شوریٰ دراصل اس کام کی امیر ہے، کسی کو امیر بنانے کے لیے اہلیت بھی تو ہو۔ ان رئیس صاحب میں اس دینی کام کی امارت کی اہلیت نہیں ہے تو میں کیسے اجازت دے سکتا ہوں۔“ دیکھا آپ نے! یہ تھے ہمارے اسلاف۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
مدِّ نظر تو مرضئ جاناں نہ چاہیے

اسی طرح۔

توا کیلا تیرے دشمن سینکڑوں یہ بھی نہ دیکھ
قدرتِ حق پر نظر رکھ اپنی کمزوری نہ دیکھ

دیکھیے حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک طرف تھے اور پورا ملک ایک طرف تھا۔ کچھ پروانہ کی اور فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھا اور اسی سے مانگا۔ اس کی نصرت کی شان یہ ہے کہ وہ آجائے تو پھر کسی کی نصرت کی ضرورت نہیں۔ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ آج مصائب آتے ہیں تو ہم غیر اللہ کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

کیسا یہ انقلاب ہے
دیکھ کے دل کباب ہے
کہتے ہیں اب ثواب ہے
سود اور قمار میں

سلطان عبدالحمید خان اسلام پسند آدمی تھے اور اسلام کے لیے کوششیں کرتے رہتے تھے۔ ان سے لوگوں نے کہا اس وقت دنیا کے حکمرانوں میں آپ کی مثال بتیس دانتوں کی بیچ میں ایک زبان کی سی ہے۔ آپ اکیلے کہاں تک مقابلہ کرتے رہیں گے، تو مسکرایا اور جواب دیا کہ تجربہ یہی ہے کہ دانت تو ایک ایک کر کے گر جاتے ہیں مگر زبان نہیں ختم ہوتی۔ یہ ہے مومن کی حوصلہ مندی۔ بس اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اسی سے ہمت پیدا ہوتی ہے۔

۲۷۔ حرم شریف کے قیام کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور اس سے خوب استفادہ کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایک اہم عمل نمازِ تہجد کا ہے۔ اس کی بھی پابندی کا اہتمام کریں۔ حدیثِ پاک میں اس کے بہت فضائل آئے ہیں۔ ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: ”اپنے اوپر تم لوگ تہجد کو لازم کرلو۔“ پھر آپ نے اس کے چار بڑے بڑے فائدے بیان فرمائے:

فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ

وہ تمام صالحین کی عبادت ہے۔

وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ

وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہے۔

مَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ

گناہوں کا کفارہ ہے۔

مَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ ؏

نافرمانیوں اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

اس لیے اس کی عادت ڈالنا چاہیے۔ کوشش کرنے سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ تھوڑی توجہ اور اہتمام سے کام لیں۔ ان شاء اللہ یہ نعمت بھی مل جائے گی۔

ایک شہرِ طلسمات ہے یہ عالمِ فانی
دراصل یہاں کوئی مکاں ہے نہ مکیں ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

؏ جامع الترمذی: ۱۹۵/۲، باب حدثنا احمد بن مَنِیْع، ایچ ایم سعید

الشیخ سعود بن ابراہیم الشریم حفظہ اللہ امام مسجد الحرام، المکۃ المکرمۃ

حجاجِ کرام سے وداعی خطاب (یادِ خدا کی تاکید)

امام الحرم شیخ سعود الشریم نے ۱۳ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ کو جمعہ کے دن دنیا بھر سے آئے حجاجِ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانو! حاجیو! آپ آج حج بیت اللہ اور اس کے مناسک سے فارغ ہو رہے ہیں۔ خوب سمجھ لو! سب سے زیادہ کامیاب اور سب سے پہلے وہ شخص ہے جس کی مغفرت ہو گئی۔ وہ نہیں جس کی روانگی سب سے پہلے ہو گئی۔ اس لیے کہ ہر عمل کا ثمرۂ اصلی تو حصولِ مغفرت ہے۔ ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اسے اپنے اعمال کا حقیقی ثمرہ مل گیا یا نہیں؟ اور اس کے معلوم کرنے کا طریقہ قلبی احساسات و جذبات ہیں۔ اگر دل روشن ہو گیا اور روح کو جِلاو تسکین اور اطمینان حاصل ہو گئی تو علامت ہے قبولیت عند اللہ کی، اور یہ بھی دیکھ لیں کہ حج کے دوران کون فسق و فجور اور لڑائی جھگڑوں سے مامون رہا۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے حجِ مبرور کے لیے ان چیزوں سے حج کو محفوظ رکھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ لڑائی جھگڑا اور گناہ و ایذائے مسلم کے کام قبولیتِ حج میں بڑی رکاوٹ ہیں۔

حجاجِ کرام! اب آپ حج سے فارغ ہو چکے آپ پر بڑی ذمہ داری اب یہ ہے کہ ذکر اللہ کی کثرت کریں۔ ارشادِ ربّانی ہے ”پھر جب تم مناسکِ حج پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو، جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کے تذکرے کرتے ہو، بلکہ اس سے بہت زیادہ یادِ الٰہی کا اہتمام کرو۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاکر کو زندے سے اور غیر ذاکر کو مردے سے تشبیہ دی ہے۔ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی اچھی بات فرمائی کہ ”مومن کا قلب ایک مچھلی ہے اور ذکر اللہ پانی، اور کوئی مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح کوئی مومن یادِ الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس ذکر اللہ کی بڑی اہمیت ہے۔“ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے جس کو حلاوت و لذتِ ایمان کی تلاش ہو وہ تین چیزوں میں اس کو تلاش کرے: تلاوتِ قرآن میں، نماز میں اور ذکر اللہ میں۔ اگر کسی شخص کو ان میں سے کسی چیز میں حلاوت و مزہ نہیں آتا تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے لیے اس نعمت کا دروازہ ہی بند کر دیا گیا ہے۔

اور دیکھو حاجیو! اپنی دعاؤں میں حوائجِ دنیوی کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت کے لیے ضرور سوال کیا کرو۔ کیوں کہ قرآنِ مجید میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی جو حج کے دوران صرف دنیا کا سوال کرتے رہے۔ ارشاد فرمایا: " ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔" اس کے بعد ان لوگوں کی تعریف کی گئی جنھوں نے اپنی دعاؤں میں دنیا کی بھلائیوں کے ساتھ آخرت کی بھلائی کا بھی سوال کیا۔ ان کے حق میں فرمایا "یہ لوگ ہیں جن کی کمائی کا انہیں فائدہ ہوگا۔" معلوم ہوا کہ اپنی دعاؤں میں صرف دنیا طلبی نہ ہونی چاہیے۔ دنیا اور اس کی حاجتیں ضرور مانگو، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی اور بھلائی کا سوال بھی کیا کرو۔ کیوں کہ مومن کا اس زندگی میں سب سے اہم مسئلہ اور سب سے بڑی ضرورت آخرت کی درستگی اور کامیابی ہی ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی بنایا گیا تو ارشاد فرمایا گیا: "میں خدا ہوں، میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو" پھر جب انہیں فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے عرض کیا" میرے بھائی ہارون کو بھی شریکِ نبوت کر دیجیے تاکہ آپ کی تسبیح اور آپ کا ذکر کثرت سے کر سکیں۔" اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے رفقا اور احباب بھی ایسے ہونے چاہئیں جو ذکر اللہ میں مددگار و معاون ہوں۔ ایسے دوستوں کو تلاش کرنا چاہیے۔ اور ایسے دوستوں سے دُور رہنا چاہیے جو اللہ کی یاد کے کاموں میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ذاکرین میں شامل فرمائے، آمین۔

بظاہر تو ہر شے میں بے حد صفائی
مگر دل میں ہے گندگی انتہائی
کبھی اس کے دھوکے میں آنا نہ بھائی
یہ ہے سب ریائی یہ ہے سب ریائی

ترا اے "نئی روشنی" مُنہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

حرمین شریفین روئے زمین پر سب سے مقدس اور متبرک مقامات ہیں۔ ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ بار بار وہاں حاضری کی سعادت حاصل کرے۔ وہاں جو جاتا ہے اپنے ظرف اور اپنے شوق کے مطابق پاتا ہے۔ وہاں دین کی نعمتیں بھی ملتی ہیں، روحانیت بھی اور دنیاوی خیر بھی حاصل ہوتی ہے۔

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ''تحفۃ الحرم'' حضرت محی السنہ کی حرم شریف میں حاضری کے دوران ارشاد فرمائے گئے قیمتی ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

حضرت نے حرم محترم میں حاضری کے سب سے قیمتی تحفے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہاں کا سب سے عظیم تحفہ دین کی فکر ہے۔ دین کی فکر سے مراد یہ ہے کہ خود بھی دین حاصل کرے، اس پر عمل کرے اور دوسروں تک بھی دین کی تبلیغ اور ترویج کی کوشش کرے۔

ناشر